



شاہ

جوش ملیح آبادی

رہنمائی

کلیم بک ڈپو، فتحپور، ہونہلی

بنام قوت و حیات

شاعر کی راتیں

از

جوش ملیح آبادی

ناشر: کلیم بک ڈپو، گلی کندہ کشاں، بازار فتحپوری، دہلی

پیمبر اسلام

خواجہ دو حیاں، سرور کائنات، آنحضور حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور پیغمبری پر

حضرت جوش ملیح آبادی

کا دو غیر فانی شہ پارو ہے جس کی رفعت و عظمت کے سامنے قصر کفر سرنگوں ہے،
ثبوت پیغمبری کے باب میں اس لا فانی شاہکار کے انوکھے استدلال دل میں پتھر
کی مانند اتر جاتے ہیں۔ ازلی الہامات سے دماغ میں یزدانی نور سرایت کر جاتا
ہے۔ اور اس کے دلائل قاطع کے سامنے ادراک منطبق چھانٹنا بھول جاتا ہے،
شاعر انقلاب پر جب خاص سرشاریت کا عالم طاری ہوا، اسی وقت نزل

نے اس نظم کو کبنا شروع کر دیا۔ چار روز کی ریاضتِ شاقہ اور یکسُئی قلب سے
جو کچھ حاصل ہوا صرف وہی صفحہ قرطاس پر تحریر کیا گیا ہے۔ جب تک یہ نظم مکمل نہ ہوئی
حضرت جوش نے نہ کچھ کھا یا اور نہ پیا۔ اور نہ خلوت سے باہر تشریف لائے۔

یہ نظم نہایت پاکیزگی سے بہترین کاغذ پر بھاپی گئی ہے اس کے علاوہ

اس شخصیت کے روضہ پاک کی تصویر

بھی ہے جس نے کتاب کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا ہے۔ کج ہی درخواست
بموجبِ محبت۔ ورنہ کتبِ افسوس مٹا پڑے گا۔

قیمت دس آنے، علاوہ محصولِ ذاک

نوٹ:- بارہ آنے کے ٹکٹ روانہ فرمائیے۔ دہلی پی چھکانے سے خواہ مخواہ چھ آنے کا
اور وزیر بار ہونا پڑے گا۔

ملنے کا پتہ

کلیم بک ڈپو، گلی کنڈلہ کشان، بازار فتحپوری دہلی

آغا شاعر کے شعر

اس مختصر مجموعہ میں حسن و عشق، سوز و گداز، راز و نیاز، اور خلوت و جلوت کے بہترین مرقعے، دہلی زبان کے دلکش محاورے، بہر شعر زبانی یاد کرنے اور صحیح احباب، قومی و ملی جہوں اور ہر موقع و محل پر پڑھنے کے قابل ملے گا۔ غرض کہ ہر مذاق کے لئے بہترین سرمایہ ہے۔
شاعر انقلاب کا بلند پایہ مقدر بھی کتاب کی زینت ہے۔ قیمت ۵ روپے و محمول

خمارستان

نثر میں شاعری کے بہترین اسلوب، فطرت کے جاں نواز مناظر، دہلی کی نکسالی دنیا کا مجموعہ، یہ بندوستان کے صلیب القدر شاعر، جیہان استاد، افسر اشعار حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی کا ادبی کارنامہ ہے۔ جس پر موجودہ زمانے کے سب سے بڑے ادیب علامہ نیاز فتحپوری نے نہایت بلند پایہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے قیمت ۵ روپے
کیم بک ڈپو، گلی کنڈلہ کشان، بازار فتحپوری، دہلی

صحافت کے ذریعہ سے

ہندوستانی ذہنیت میں زبردست انقلاب

پیدا کرنے کی اردو زبان میں پہلی کوشش

مُصَوِّرِ ہِندِ پاکِ کَلِمِ

زیر ادا رت شاعر انقلاب حضرت بخش بیچ آبادی

عہد تصاویر سے مزین، لطافتِ رنگت و دیدہ زیب، سالانہ چند چھ روپے، ہشتواہی میں پہلے
جس میں شاعر انقلاب کا آواز ہمارے دل پہ گونج رہا ہے، ہر صاحبِ عقل ہندوستانی کو
جو اس دور کے رجحانات سے واقف ہے اس کا شدید احساس ہو کہ ہندوستان کو اس وقت ذہنی
انقلاب کی ضرورت ہے، اور موجودہ تصعبات اور تنگ نظری کو شکوکے لکھ میں
آزاد خیال برادری کی بنیادوں پر وقت کی سب سے پہلی ضرورت ہے۔

اگر آپ کو اس مقصدِ عظیم سے ہمدردی ہے تو براہِ کرم کلمہ کی خریداری منظور فرما کر ہندوستان
کے اربابِ فکر کا ہاتھ بٹائیے، شمس اور سنجیدہ مضامین کے دوش بہ دوش تھمیر میں سب کچھ ہو گا، جسے
رومان اور دیکھنی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایک سرکاری اور ہمارے ایک تصاویر بھی شائع ہوتی
ریں۔ نمونہ کا پتہ: ۹۔ کے گفٹ موصول ہونے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

میلنے کا پتہ:۔ میجر رسالہ کلمہ گلی کنہ رکشاں بازار فتحپوری دہلی

کلیم بک ڈپو کی کتابیں

کلیم بک ڈپو سے ہندوستان کے مندرجہ ذیل مشہور دارالاشاعت کی کتابیں
مہیا کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ تمام شائقین علم اور تاجران کتب کلیم بک ڈپو کے اس
زبردست ذخیرہ سے فائدہ اٹھائیں۔

ایوان اشاعت	ادو بک شال
بابا سہ عثمانیہ	انٹر بک کمپنی
دارالاشاعت پنجاب	الہلال بک کمپنی
دار المصنفین	انجمن ترقی ادب
ساقی بک ڈپو	انڈین پریس
صدیق بک ڈپو	انوار احمدی پریس
حسرت بک اینجینی	ایجوکیشنل بک ہاؤس
ترقی بک خانہ	ایسٹرن سٹریچر کمپنی
کتابستان	ایشیا بک سوسائٹی بنگال
مسلم پریس ورکشاپ	
کتبہ ابراہیمیہ	
کتب عرب	
انتظامی پریس	
نورنگشور	
ہندوستانی اکادمی	
.....	
.....	

منجیر کلیم بک ڈپو۔ گل کندر کشان۔ بازار مختہ پوری۔ دہلی

سُہری رات

کیا سیکھنے کی رات نشاۃ آفریں ہے آج
 گلنگ نوج بادہ سے اُن کی جبین ہے آج
 ہر لہز میں قدم سے ٹپکتے ہیں زمرے
 ہر جنبشِ نگاہ سرودِ آفریں ہے آج
 بچپنِ شوخیوں سے ہے چشمِ حیا پرست
 تمکین سے بے خبر نگہِ شہرِ گیس ہے آج
 ہر شے پر آسماں سے برستی ہیں رونقیں
 ہر ذرہ کائنات کا اک نازِ نیاں ہے آج
 جس جامِ ذر کو چوئے غسلِ شکرِ فرشتوں
 جس منہجے کو دیکھے زہرہ جبین ہے آج

ثل ہے دلیر بادہ پرستوں کو دو نوید
 چُپ چُپ کے پینے والوں کی پرش نہیں ہے آج
 پہلی ہوئی ہے عرش سے تافرش چاندنی
 غم ہے چرخ، بعل بخشاں زمیں ہے آج
 قند و شکر میں غرق ہیں کام و دہن تمام
 غم میں شراب تلخ بہ از انگلیں ہے آج
 ساقی کی نے میں بربطِ داؤد کا ہے سو :
 مہیا کی بُو میں نکبتِ غلہ بریں ہے آج
 مینا سے رنگِ مارِ منسلے ہے آشکار
 ساغر میں حسنِ لبیلے، محلِ نشیں ہے آج
 ساقی پر اس بھلا کی پسین ہے کہ الاماں
 قربان اک نگاہ پر دنیا و دیں ہے آج

چھائی ہوئی ہے ارض و سما پر وہ بخودی
 تو یہ کہے کہ ہوش میں دنیا نہیں ہے آج
 مہبا کی موج عقدِ ثریا سے ہے بلند
 پائے سب پر جوشِ سخن آفریں ہے آج

مست رات

کل رات کو ساقی نے عجب دُھوم مچا دی
 آنکھوں میں جو کچھ تھی ہے وہ مہیا بھی پلا دی
 مئے تاز کی نزدیک سے چھلکا کے دم رقص
 بودے سے ہلکی ہوئی زلفوں کی سنگمادی
 آنے لگیں ہونٹوں پہ بُشَم کی جو ہریں
 رو کو تڑپنیم کی آنکھوں میں دکھا دی
 عارض پہ جو حلقہ سا پڑا وقتِ تبشُم
 تصویرِ سیماں کے نگینے کی بنا دی
 سرِ نشے میں تھوڑا سا جھکا، اور اُسکی آنکھ
 گویا درمیان کی زنجیرِ بلا دی

سینے پہ پڑا سر کے ٹھکانے سے جو سایہ
 اُس سایہ شب گوں نے مری نیند اڑا دی
 سرشار جوانی کی وہ بہست لگا دے
 لیجے نے چھپالی تو نگاہوں نے دکھا دی
 مستانہ غزل چھڑ کے بیدا جو اٹھایا
 مقرر باں تری آواز کے زہرا نے صدادی
 نظروں کو کیا شوخی نے کبھی آزار
 پلکوں کو حیا نے کبھی زنجبیر پہنا دی
 آشفتمن مزاجوں کو کبھی ناز سے دیکھا
 گستاخ بجاہوں کو کبھی آنکھ دکھا دی
 دنیا کا کوئی سازجے چھو نہیں سکتا
 ہر نمٹوں پہ زباں پھیر کے وہ دُمن بھی سُدا دی

انگڑائی جو آئی تو کچھ اس نوچ سے دیکھا
 آنکھوں نے کیا مشکر، تنہا نے زما دی
 المختصر آنکھوں میں مری ڈال کے آنکھیں
 معلوم نہیں آگ لگا دی کہ بھبھا دی
 پیاز ترا گرم رہے جوش کو تُو نے
 بوندوں کو شبِ قدر کی تصویر دکھا دی

النفاتِ کحیات

تعالیٰ اللہ کہ وہ ولدِ ابرشیریں
 ہوا ہے پھر انیس جانِ غمگیں
 مبارک اے کبوترِ لطفِ پرواز
 نہیں اب خطرہ شہباز و شاہیں
 ترانے چھیڑے بلبلِ طرب کے
 کہ زیرِ سنگ ہے دامنِ گلچیں
 عجب شب ہے کہ بیداری کے باوصف
 میسر ہے سکونِ خوابِ نوشیں
 خوش طالع کہ میرے بازوؤں پر
 بھرتی ہے وہ زلفِ عطراگین

بُرئی ہے پھنرِ ہوائے حُسنِ گلزار
 ہوا ہے پھرِ شامِ عشقِ مُشکِیں
 زمیں پر ہے یہاں لالہ و گُل
 فلک پر ہے فسر و غمازِ پرویں
 حدیثِ لُطف سے گریہ رہے ہیں
 مرے سینے کو وہ لہجائے رنگیں
 معاذ اللہ خرامِ نازِ جاناں
 بچھاؤں ہر قدم پر جانِ شیریں
 جہیں پر آب و تابِ مریخِ افشاں
 کمرِ اضطرابِ زلفِ مُشکِیں
 محبت کا مران و شادماں ہے
 بُلا دو قلعہٴ فساد و شیریں

بٹہڑائے شرحِ شوق و عشقِ گستاخ
 اڑا جاتا ہے اُن کا رنگِ تلیں
 مچھلی جاتی ہیں چشمِ سرِ آگیں
 وہ شاہِ حسن اور جہاں ہو تیرا
 خدا کا شکر کرے جوشِ بسکین؛

صلح کی رات

نہ جانے رات کو تاکون زینت پہلو
 مچل رہی ستی ہوا میں شراب کی خوشبو
 حرمِ صلح میں قسیم تھا ایک مرکز پر
 مزاجِ عشق و تقاضائے حسنِ عسبر بد و جو
 وفا کی انجمن تاز میں ستی شیر و شکر
 جراحِ دل سد چاک و تیغِ صاعقہ خو
 مٹا چکا تھا فلکِ فرقِ ساعز و سنداں
 مٹا چکا تھا زمانہ نزاعِ سنگ و سبُو
 ہوا کی جیب میں تھا تیراز کہاں رست
 کشیش کے دہم میں تھی کاوشیں ربم آہو

بسا ایش پہ خواہیدہ تا غم دوراں
 شرابِ تاب کی موجوں میں غرق تھے آئو
 اُدھر محیطِ فلک پر فنونِ خیم و قمر
 اُدھر حریمِ تنائیں زکسِ حباؤ و
 اُدھر اڈا ہوا طولِ شبِ فراق کا رنگ
 اُدھر شباب پر آرائشِ خیم گیسو
 چھڑی ہوئی ہے حکایتِ شبِ تنائی
 تڑپ کے جوشِ پیراک بازِ نعرۂ یا ہو

راز و نیاز کجی رات

نہ جانے رات کو کیا سیکدے میں شغل تھا
 کہ ہر نفس میں قیامت کا جوش و دلولہ تھا
 بسا اذخاک سے تا ارجِ ثابت و ستیار
 شمیم کا نلِ غمِ ہر شاں کا سلسلہ تھا
 ترانہ ریز سستیِ نبضِ حیات کی خُنجِش
 ضمیرِ شب میں وہ پنہاںِ خوش و دلولہ تھا
 تپاں تھا دائرۂ چرخ و عالم اُرواح
 نیاز و ناز میں کیا جانے کیا سلسلہ تھا
 کبھی بلال چمکنا تھا، اور کبھی خنجر
 میانِ حُسن و محبتِ عجیب مر حلہ تھا

اُدھر تھی لرزشِ صہبیا، اُدھر خرامِ صہیب
 زالی بحث چھڑی تھی، نیامتا بادِ ہمتا
 زباں پر آئیں تو ہر لفظ سے لہو ٹپکے
 ہر ایک سانس میں اُن ولولوں کا قافہ تھا
 دِل و نگار میں تھی کچھ لطیف گفت و شنود
 زبانے شکر تھا ہمدردِ شکرہ و گلہ تھا
 لرز رہے تھے شگوفے، تڑپ رہے تھے بنجوم
 چھڑا ہوا نہیں معلوم کون کس لہفتا
 نگاہ و یار کی یوں اٹھ رہی تھی جھک جھک کر
 زمین رقص میں تھی آسماں پہ زلزلہ تھا
 ہزار شکر ذرا بھی کمی نہ کی اے جوش
 اگرچہ دیکھنے میں یار تنگ حوصلہ تھا

انتظارِ کھی رات

کس نے وعدہ کیا ہے آنے کا حسن دیکھو غریب خانے کا
 دل میں ہے خوش سلیقگی بیدار آج گھر گھر بنا ہے پہلی بار
 غرق ہے رُوح خوش جمالی میں نظم ہے طبع لا اُ بالی میں
 رُوح کو آئینہ دکھاتے ہیں درد و دیوارِ مکر اتے ہیں
 جمع سماں ہے عیش و عشرت کا خوفِ دل میں فزیرِ قسمت کا
 سرِ بے قلبِ کلیم آنکھوں میں اشکِ اُمید دیم آنکھوں میں
 چشمِ براہِ شوق کے مارے چاند کے انتظار میں تارے

راتِ بھگی بھگنتے بار ہوا رنگِ کلیوں میں آشکار ہوا
 شب کی زلفِ سیاہِ چمکِ بھل پیگ کر اور ہو گئی بو بھل

اک جہاں چشمِ تریں گز رہوا دلِ دو دھڑکا کہ رنگِ زرد رہوا

دفعۂ اک چمک سی دَوڑ گئی بامِ وِڑ پر جھلک سی دَوڑ گئی
 دل میں چمکی مسیہ کی بجلی اٹھلیاں اور ہو گئیں ٹنڈی
 اپنی خُندِ وفا ہوئی محسوس اُن کی آوازِ پا ہوئی محسوس
 جل اُٹھی شمعِ دل کی مجلس میں صبح گویا ہوئی بنارس میں
 نازِ نظروں کے دبدبم کانپے لاکھڑائی زباں، قدم کانپے
 زرباسلہ وہ آہوں کا رشتہ بیٹامی نگاہوں کا

آئے وہ، اشکِ تم گئے بارے

چاند نکلا، ٹیک ہوئے تارے

اشکوں کی رات

ایک لذت یوسف کی سی جیسے نور، ناشگفتہ بھیموں کی
 ہاں فزاحرفِ دلنہیں جیسے طفل کا خوابِ شکر میں جیسے
 جیسے ہلکے سے ابر میں خورشید خواب میں جیسے روئے یار کی ڈ
 بن میں جس طرح تھومتی برسات نمونم گلی کی جیسے پھپھی رات
 جیسے کوئل کی دُور سے کو کو مست جیسے عروس کی خوشبو
 دل میں جس طرح میکشی کی تنگ دُھوپ میں بوندیاں کا جیسے رنگ
 نرم، لعلِ شکر نشاں کی طرح دل نہیں مرگ ناگہاں کی طرح
 الغرض وہ فصول اثر لذت جس میں غلطاں ہیں گو ہر شرت

رات جس وقت بھیگ جاتی ہے

میرے اشکوں میں ٹکراتی ہے

برسات کی رات

بھری برسات میں جس وقت آدھی رات کے بادل
 یہ پرچم اڑاتے ہیں، بجب اکر چاند کی مشعل
 مکاں کے بام و در سبلی کی زد میں جب جھلکتے ہیں
 ٹپک بوندوں سے دروازوں کے شیشے جب کھٹکتے ہیں
 سیاہی اتنی چھا جاتی ہے جبستی کی مغل میں
 تصور تک نہیں رہتا سحر کا، رات کے دل میں
 انگلیں، روح میں اٹھتی ہیں جب یاد الہی کی
 فنا میں بیچ و خم کھاتی ہیں زلفیں جب سیاہی کی
 ستارے دفن ہو جاتے ہیں جب آغوشِ خلعت میں
 لپک اُٹھتا ہے اک کونہ اساحب شاعر کی نظرت میں

کڑک سے آنکھ کھل جاتی ہے جب کلم بن حسینوں کی
 جھلک اٹھتی ہے مہرِ برق سے افشاںِ جبینوں کی
 ہوائے دُستاں جب راگِ سادون کے مٹاتی ہو
 کبھی کافر کی جب رہ رہ کے دل میں یاد آتی ہے
 لبِ غفلت جب اتنے متصل ہوتے ہیں کافروں سے
 کہ گونج اٹھتا ہے دل میرِ محبت کے فضاؤں سے
 سمٹ جاتی ہے حبیبی، دکھا کر ابرے جھلسکی
 فلک پر دفعۂ جب سانس ٹک جاتی ہے بادل کی
 فلک پر ٹوڑ کی جس وقت بن جاتی ہیں تصویریں
 تنگناںِ ابر میں جب کانپنے لگتی ہیں تنویریں
 نظر آتے ہیں کچھ شعاع سے جب ظلمت کے ماہن میں
 شکن سبکی کی، جب تبدیل ہو جاتی ہے روزِ دن میں

مناک خُوراس روزن میں آکر سُکراتی ہے
 اِشاروں سے مجھے اپنی گمناؤں میں بُلاتی ہے

بدست رات

وہ یار پر ہی چہرہ کہ گل شب کو بہ ہمارا
 خوش چشم خوش انداز خوش آواز خوش اندام
 گل ہیر سن و گلبدن و گل رخ و گل رنگ
 گل ہیز و گلہریز و گلہر بار و گلہر تاب
 بوج گل فرخاستہ و شام شکوہ
 آئینہ رخسار پر اک خال سیہ تاب
 آنکھوں کے چکچکے میں تھنائے تلخ
 وہ لب کہ بر لڑکی دھڑکنے لگے چھاتی
 بکھڑوں کی نمائش میں اگر تیرہستم
 نظریں جو اٹھا دے تو لڑنے لگے خوشید
 طوفان تھا، تلاطم تھا، جھلاوا تھا، شرار
 مہ پارہ و مہ طلعت و مہ تاب خطا
 ایسا خلن، آئینہ حبس، آنکھیں کرا
 بکھڑوں نے جسے رنگ دیا گل نے سزا
 ہر رہنے کا سامان تو جسے کا ہمارا
 پیشانی گل رنگ پر آنکھوں کا کستارا
 چکھوں کے جھکے میں تھنائے ہمارا
 وہ آنکھ کہ مورتی کو نہ ہو صبر کا یارا
 ہوا اس کے ہی ہونٹوں کی طرف کشتہ آرا
 ابرو کو جو بل مے تو بہت تاب دو پارا

اندری مجوس کی تابش شبِ مر میں سدا جو دمکتا تھا، مچکتا تھا ستارا
 تنہا میری نگاہِ طرب آموز کا پابند رنگِ لب و رخسار کا چڑھتا ہوا پارا
 مندل کی دھکتی عرق آلودہ جبین پر یا شام کو پانی میں تڑپتا ہوا تارا
 نفوں کے غلام سے تھا جنبش میں لبِ لعل موجوں کے تھیلے رول میں تھا دریا کا کنارہ
 ہر سانس میں اپنے ہی پہ پیچیدہ جوانی ہر گام پر لیتا ہوا زلفوں کا سہارا
 اس طرح تبسم میں شگام کی گھٹا دھڑل جس طرح سُنے تندی کی تلخی ہو گوارا
 سرشار جوانی تھی کہ اُٹھے ہرے باہل شاداب تبسم تھا کہ حبش کا نظارا
 زلفیں تھیں کہ سادوں کی مچلتی ہوئی ریتیں شوخی تھی کہ سیلاب کا مڑتا ہوا دھارا
 کاکل کے خم و ہچ سے افشاں کا جھمکن غلٹات سے تھا چہرہ جواں کا اشارا
 مومخ بات کا اقرار سے انکار کی جانب جس طرح ہرن دشت میں بہتا ہے تزارا

اندہ کرے وہ صنم دشمن ایساں

مجھے کسی شبِ جوش کے چیلو میں دبارا

جوانی کی رات

شب کے حرمِ ناز میں شورِ صدا منظرِ اس تھا
 عشق بھی تھا برہنہ سرِ حسن بھی بے نقاب تھا
 آنکھوں میں رُوئے یار تھا، آنکھیں تھیں رُوئے یار پر
 دُرو تھا آفتاب میں، دُرے میں آفتاب تھا
 خشک سمفاتی کی ٹوٹ چکی تھیں سب حدیں
 چشمِ بے دریغ تھی، خندہ بے حجاب تھا
 سر پہ مڑا حیاں کے رقصِ کُناں تھے منہ سے
 زنگِ نیمباز میں زنگِ شرابِ ناب تھا
 معرکہِ عظیم تھا ناز میں اور نسیا ز میں
 زلف میں بھی تھی برہمی، دل کو بھی بچ و تاب تھا

سوج ہوا میں عطر تھا، چھٹکی ہوائی تھی چاندنی
 پھول تھے صحنِ باغ میں، چرخ پر مابتاب تھا
 عشق کی نیشِ شوق میں دوڑ رہی تھیں بجلیاں
 حُسن کے دستِ ناز میں شعلہ فشاں رہا بتاب تھا
 پر تو یارِ اس ظُف، راشِ درنگ اُس طرف
 چشم بھی فتنہ سنی، گوشس بھی کامیاب تھا
 دروے قلب چُڑھتے، کیف سے رُوح مست تھی
 سوز بھی بے نظیر تھا، ساز بھی لاجواب تھا
 ہونٹوں کو وقت گفتگو چُمتی سنی شگفتگی
 بات چیتی سو پھول سنی، پھول جو تھا گلاب تھا
 اور سحر کو ہنٹیں آنکھ کھلی ترکب کہوں ؛
 پھول پڑے تھے خاک پر، چرخ پر آفتاب تھا

تو پیشکن صراحیاں فرش پہ چور چور تھیں
 خلد فروش جامِ زار شرم سے آبِ آب تھا
 نغمہ ورقص کی صدا ایک فسر وہ گونج تھی
 شمع و سراق کا سماں ایک پریدہ خواب تھا
 لرزشِ بادہ و خیمِ زلفِ سیاد کے عوض
 تھا تو چراغِ کشتہ کے دود کا بیج و تاب تھا
 صبح کے سفت و بام میں گونج رہی تھی یہ صدا
 رات نہ تھی وہ کیف کی جوشِ تراشباب تھا

خواب کی رات

ستاٹا بچپنی رات کا ہے، مخلوق خدا کی خواب میں ہے،
 تاروں کی بنگا میں نیچی ہیں، ہلکی سی چمک ہتاب میں ہے
 اطراف میں روشن دانوں کے، کچھ ٹورسا دھما دھما ہے
 دیواروں کے نیچے گلیوں میں پُر ہول اندھیرا چھایا ہے
 پتروں کو سمیٹے خواب میں ہیں، دودھری ہوئی بلیوں کلخوں پر
 بول اُٹتا ہے بے ہنگام کبھی اک آدھ پرندہ شاخوں پر
 اٹھ یہ کیسی بھینپی اس وقت دل بیتاب میں ہے
 پر تو ہے یہ کس کا ذرتوں پر کس کی یہ جھلک جتاب میں
 فردوس کی شمعیں روشن ہیں، یا عکس چراغ طور ہے یہ
 گھر بھر میں یہ کس کا پر تو ہے، ہر چیز پر کیسا ٹور ہے یہ؟

ملتے میں گھرا ہوں جلوؤں کے بہتی کانہیں کچھ ہوش مجھے
 اس وقت یقیناً خواب میں کوئی دیکھ رہا ہے جوش مجھے
 غربت میں ہے شانِ صبحِ وطن۔ ہر چیز پر وہ رعنائی ہے
 ویرانے میں اپنے محزون کی تسکین کو لیلیٰ آئی ہے
 طوفانِ سا جوئے شیر میں ہے جسٹن آیا ہے کشتی کھینے کو
 بیتاب ہے شیریں بازو پر فریاد کے بوسہ دینے کو؛
 اک رنگِ سادل میں رقصاں ہو اک نورِ ساجھ پر چھایا ہے
 اُن ہر تلوں پر شاید سوتے میں ہلکا سا تبسم آیا ہے

بیچین رات

خواب میں دیکھا رُخِ زیب آنکھ میری کھلی تو کیا دیکھا
 گھر بے تاریک، مہا ڈینگِ غموش بنغشیں چھوٹی ہرئی اُٹے توئے ہرش
 پھانس سی فرش کی ہر ایک شکن لبِ خشکی، دماغ میں الجھن
 ہر طرف کا پتا ہے عکسِ اجل دل میں کھوفانِ رُوح ہیں مہل
 لے رہی ہے عجب طرح لہریں ایک دم آنکھ سی کلجے میں
 دل ہے آنسو کی طرح ہسیال اور میت دُور ہے زمانِصال
 بل گیا دل، کبھی یوں دھڑکا اسی مہل میں ہو گیا تڑکا
 مَرغ بوئے، فضا پہ جھلکا نور صحنِ گلشن میں چھپاے میور

یوں صدائیں ہواؤں پر کیلیں

میں نے کانوں میں اٹھائیں لہریں

اندھیری رات

تیرگی پر ہول، صحرا بے اماں، بادل سیاہ
 ایک میں، اور یہ اندھیری رات کی خونی سیاہ
 گھاٹیاں تاریک، راہیں گم، ہوائیں نامعلوم
 رُوح فرسالماتوں کی ٹھکرائی دور دور
 ابرو چہ و تاب میں، حجبان میں آبِ رواں
 آسماں بھرا ہوا، بھگی زمیں کفِ دروہاں
 جھینگروں کی تان، بادل کی گرج، پانی کا شور
 سینہ کون کے راگ، بجلی کی کڑک، تاروں کا نور
 کون ہے اُلجھی ہوئی شاخوں کے اندر بیقرار؟
 کون ٹھیکو گھومتا ہے جھاڑیوں سے بار بار؟

کون یہ آواز دیتا ہے کہ آتا کیوں نہیں ؟
 پر وہ ہائے محفلِ غلٹ اُٹاتا کیوں نہیں ؟
 ہاں لپک اُٹتا وہ کون سا دل سرشار میں
 اب میں سمجھا کون ہے ان پر وہ ہائے تار میں
 مجھ سے غٹے آئی ہے رتھ میں اندھیری رات کی
 جو ہنہ جو یہ رُوح مضطر ہے بھری برسات کی

چاندنی رات

اماں، کیا چاندنی چٹکی برتی ہے دشت میں
 وجد کے قابل ہے اے دل: یہ بہشتِ سبز و زار
 یہ شگوفوں کا تبسم، یہ ستاروں کا جمال
 سوچ رنگیں کے یہ ہلکے سے، یہ دریا کا نکھار
 دھندلی دھندلی پتیوں پر یہ روہلی چاندنی
 آجھو کی راگنی پر یہ سکوتِ کوہسار
 جا بجا یہ ابر کے ٹکڑوں میں تاروں کی تڑپ
 دُور تک یہ جھاڑیوں میں جگنوؤں کا انتشار
 یہ بھاڑ بھر پر چاندی کی نازک دھاریاں
 یہ مہینِ آب پر الماس کے نقش و نگار

چادر آبِ رواں پر یہ ضیائے مرقش
 جدولِ مرجِ خشک پر یہ نقوشِ بھیرار
 تیرتا پھرتا ہے یہ بادل کے ٹکڑوں میں ہلال
 یا زمر و کاسفینہ و مسیانِ جوہار
 یہ کھلی پر قطرۂ شبنم میں ہے نورِ تسر
 آنکھ کی نیچی میں یا غلطاں ہے عکسِ زدے یار
 یہ گنجی شاخوں سے چمن کر آ رہی ہے چاندنی
 یا دلِ شب میں تصورِ صبح کا ہے بقیار



مدحِ فطرت میں نہیں اشعار یہ و روزِ بیاں
 یہ جبینِ نطق کے سجدے ہیں اے پروردگار
 ہاں مگر ماتم کے قابل ہے یہ احساسِ شکست

قامتِ فطرت پہ طُبوسِ زباں ہے تاتار
 آہ لے فطرت تری برنائیوں کے سامنے
 بہترین الفاظ ہر جاتے ہیں میرے شرمسار
 عکس تیرا ذوقِ گویائی کے سی دیتا ہے لب
 راگنی تیری، زباں کا توڑ دیتی ہے بستار
 تیری محرابِ تنہائی میں، و فوہِ شرم سے
 سر جھکاتا ہے مرے زوہِ بیان کا افتخار
 تیرا دریا نطق کی دادی میں پہنکتا نہیں
 آدمی محسوس کر سکتا ہے، کہہ سکتا نہیں

تصور کی رات

رات آدھی جا چکی ہے، خلیق بے معرور و خواب
 ابر کی ہلکی سی چادر میں ہے نذرِ ماہِ ستاب
 اپنے شانوں پر اٹھائے ہے پہاڑوں کا وقار
 عاشق پر شہر کے لانے درختوں کی قطار
 دل پہ ہے کچھ اس طرح کی بخود سی چھائی ہوئی
 بیشیز جس سے اُچٹ جاتی ہے نیند آئی ہوئی
 ملگجی سی چاندنی، کہڑے کا بکا سا غبار
 عرش سے تا فرش ہر ذرہ ہے گویا سرگوار
 ابر کے ٹکڑوں میں ہے اس طرح زہرہ کا جمال
 یاس میں، اُتید کا جس طرح میہم سا خیال

یوں بھجسا کچھ نظر آتا ہے گردوں کا چرخ
 جس طرح افکار کے جھونکوں میں فانوسِ داغ
 دل میں پیدا ہو رہا ہے یوں خیال اند خیاں
 جس طرح مطرب کی تانوں میں ہو رہا دلِ تیشال
 دل پہ طاری ہو رہا ہے جوشِ بیداری کا خواب
 اٹھ رہی ہے رفتہ رفتہ روئے ماضی سے نقاب
 دور افتادہ رفیقوں کو بلا ہے اذینِ عام
 ہو رہی ہے رُوحِ بچھڑے دوستوں سے ہمکلام
 آہِ دہرِ بادِ لمحے، زندگی کے گستاں
 ہائے دہ گم کر دے جلوے، نازش کون و مکان
 ہائے درنگیں بیاں نو خیز احساسات کی
 ہائے دستِ وجواں راتیں بھری برسات کی

وہ مذاقِ عشق و ذوقِ آشنائی ہائے بے
 ہیزباں یاروں کی وہ رنگیں فوائی ہائے
 مجتمع ہیں رُوح کو بیدار کرنے کے لئے
 پھر پٹ آئے ہیں دل کے زخم بھرنے کے لئے
 آہ لے برباد لحو! اے گزشتہ صحبت! صحبتو!
 چھوڑ دو، بلذابِ شاعر کا دامن چھوڑ دو
 تم دلِ ناشاد کو اب شاد کر سکتے نہیں
 زخم جو تاسو بن جاتے ہیں بھر سکتے نہیں
 مہربانی کے حوضِ بیداد کرنے آئے ہو
 چارہ سازیِ دقت کی برباد کرنے آئے ہو
 جاؤ، ورنہ مہر کی بُسنیا د بھر بل جائے گی
 سبھی ماہِ دسالِ دیکھو خاک میں بل جائے گی

بھگی ہوئی رات

نسیم ہرتی ہے محوِ راحت سکوت ہوتا ہے جب جہن میں
 میں پیش کرتا ہوں اپنے اُٹھ، خُشک ستاروں کی آنکھ میں
 مرے گلستاںِ شاعری میں لپکنے لگتی ہیں زہمِ شائیں
 نسیم رُخسارِ صبا کی ہنوز چلتی نہیں چمن میں
 سنبھل گئی سی چاندنی میں بلند ہوتے ہیں سب سے لے
 چکنے والی تمام کلیاں خموش ہرتی ہیں جب جہن میں
 ہمیشہ اُس وقت جاگتا ہے یہاں دماغِ حشر پرستی
 فلک پہ ہوتا ہے خواب آلودہ چاند جب شب کے پیر میں
 ہنوز نغموں کی خواب گاہوں کے گرد ہوتے ہیں سُرخ پردے
 ربابِ دل کا میں چھیڑتا ہوں حرمِ دوشیزاؤں سخن میں

نظر کی دُست سے میرے رُخ پر اُدھر چمکتے ہیں گرم آنسو
 اُدھر دُکھتی ہے کچھ کچھ افشاں افق کے گیسوئے پُر شکن میں
 فضا میں برقی نہیں ہے لرزشِ خموش ہوتا ہے نطقِ بستی
 سحر کو اس وقت جاگتی ہے زبانِ فطرت مرے دہن میں
 یہ اب تو دستور ہو گیا ہے کہ جوشِ کُنھرات پھیلتے ہی
 سُکھنے لگتی ہے دل کے ہاتھوں اک اُگ سی میرے تنِ بدن میں

۴۴ شعر گوئی کی رات

رات کے تاریک لمحے جب کہ جوتے ہیں خوش
بادِ خراب اور سے جل اُٹھتی ہے یاں تبدیل ہوش
کھولتی ہے اپنے شبِ چرب سہیلی موت کی
دوڑ جاتا ہے مری نبضوں میں خونِ زندگی
کاروانِ کشمکش جوتا ہے جب بے سرو وںِ خراب
منہس کے میرے دل کی بیداری اُٹھتی ہے نقاب
کوئی پراسرار قوت، کوئی رُوحِ محتشم
شعر کہنے کو مرے ہاستوں میں دیتی ہے قسم

دل فریبی سے کسی کے گلشن نے کی صدا

ذہن میں میرے پہنتی ہے لباس الفاظ کا
 دفعتہ چھڑتے ہیں پھر ارض سما کے زمزمے
 اک کبرن سی دائرے میں گھیر لیتی ہے مجھے
 دل میں ہوتا ہے مرے نادار خیالوں کا ہجوم
 مسکرا کر دیکھنے لگتے ہیں گردوں سے سُجھوم
 بہرِ پابوسی فرشتوں کو صدا دیتا ہوں میں
 آسماں کو اپنے قدموں پر جھکا دیتا ہوں میں
 لکھ رہا ہوں کیا، نہیں بھرتی مجھے اس کی خبر
 انگلیوں پر اک جلاالی شان آتی ہے نطس
 یوں قلم کرتا ہے جنبش بات میں بے اختیار
 اک طرب آمیز دہشتِ دل کے جھولنی ہے تار
 یوں نفا میں نقشِ اُبھر آتے ہیں تھراتے ہوئے

جس طرح ساحر کے لفظ افسوں کو دوہراتے ہوئے



کبں قدر اسرار سے معمور ہیں حبوے ترے
 اے تجہ زخیز عارض! بسے تختہ سبیل کے
 شب کو تیری قربتِ وجدان پر در کا یقیں
 کھوتا ہے دل میں قبل آسمان، بابِ زیں
 تُو پری ہو، یا فرشتہ، رُوحِ ہو، یا دایمہ
 آ، کسی دن میرے آگے شکلِ انسانی میں آ!
 تاکہ میں وہ شہیدِ الفناظ، و د شیریں فضا
 پنکھڑی سے دہ تبسم، دو صدائیں دلکش
 رُوح پروردہ صلی، وہ مرجبا کے زہرے
 جو بطورِ واد پائے ہیں مرے اشارے

سر، عقیدت سے جھٹکا کر، اے ہنسنے والے
 ڈال دوں گردن میں تیری گوندھ کر ان سب کا بار

جُدائی کی رات

چاند سے عہدِ وصل کی باتیں ہائے فرقت کی چاندنی راتیں
 اُنہیں جمع ہیں خُدا کی چاندنی رات ہے جُدائی کی
 کوئی کافر ہی شب کو سوتا ہے رات بھر دل میں درد ہوتا ہے
 اُمّی رہتی ہیں بار بار آنکھیں دُھونڈتی ہیں جمالِ یار آنکھیں
 کچھ دہ کیوں سے آتی ہے خوشبو نیند آتی نہیں کسی پہلو
 شغلِ مرگ و حیات کی راتیں ہائے وہ التفات کی راتیں
 چھپرے جوتے جو کوئی رات کو سنا صاف آتی ہے یار کی آواز
 آگ سی جان و دل میں چلتی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے
 مریغِ جبِ صبح کو جگاتے ہیں چونکتے ہی و دیا داتے ہیں
 دیکھ کر دھوپ کی درخشانی اور بڑھتی ہے دل کی حیرانی

چھوڑتا ہی نہیں ہے رنجِ دالم اُٹھتی رہتی ہے ہرک سی ہر دم
 بے نتیجہ ہے مہر کی تلقین بلکہ دیتا ہے جب کوئی تسکین
 شعلہ غم مہر کئے لگتا ہے اور بھی دل دھڑکنے لگتا ہے
 ہر نفس آدھ سہ سحر نال سُم ہے آب دیوائے بھگت

اے اودھ کی نسیم عقیدہ کش وہ نہیں تو پیام یہ کہتا
 بادلوں کی طرح برستی ہیں آنکھیں، ابدار کو ترستی ہیں
 دہن بیت ہو گئے نہیں دکھا باغ تیرا وہ پاند سا کھڑا
 اس طرح صبح دشام ہوتی ہے دل پھلتا ہے آنکھ روتی ہے
 تنگ ہے سانس آنے جانے سے
 اب بولائے کسی مہسانے سے

عبرت کی رات

ہمنشیں آیا ہوں دروِ دل سُنانے کے لئے
 آج آمادہ ہوں سوتلوں کو جگانے کے لئے
 توڑ ڈالی تھی سواری ہمرہاںِ خسام نے
 اور تیرہ میل کا پیدل سفر تھا سامنے
 چاندنی تھنکی ہوئی تھی اور تھا کھچپلا پہر
 سو جرنِ ستیاں چاندی تھی بسا بڑخاک پر
 بولنے والی تھیں کھلیاں، ہنسنے والے تھے گلاب
 چھلکاتے تھے ستارے، جھجک چلاتا مہتاب
 جاگنے والی تھی دنیا پھر نئے انداز سے
 سونے والے چونکے ہی پر تھے خوابِ ناز سے

دُور تک تابندہ میدانِ تھا کہ بحرِ خروشِ شاں
 حاشیہ پر تھیں پہاڑوں کی رُو پہاں چوٹیاں
 راہ تھی افسادِ ماہی کو دوسرا تھی بُوائی
 مقبروں کے درمیاں سے سچ و غم کھاتی ہوئی
 تھی تو کہنے کو خموشی عالمِ ذراست میں
 لیکن ایسی، جیسے رَن بولے اندھیری رات میں
 یہ سماں، اور آ رہا تھا میں عجب انداز سے
 ایک ستوالی جوانی کی حسرتِ ناز سے
 تھا لبوں میں لعلِ شیریں کی ملاوت کا اثر
 رزمنہ مستان کا لُؤ فان تھا ہر گام پر
 حُسن کے فیضِ تبسم سے نظر کے سانسے
 موتیوں کے سے فضا میں بن رہے تھے دائرے

ہو رہا تھا قُربتِ جاناں کا دھوکا بار بار
 آ رہی تھی متصل شانوں سے بُرے زُلفِ بار
 فرق پر تھا ماہتاب، اور رُوح پر عکسِ صیب
 آگیا میں مَحْبُوتِ التَّقَدَّرِ یا کے قَرِیب
 دیکھتا کیا ہوں کہ ہلکی چاندنی ہے پاش پاش
 جل رہی ہے ساحلِ نمونی ٹنڈی پر ایک لاش
 چاندنی ہے اپنی برنائی پشیمانی ہوئی
 آسمانوں پر ہے اک سنجیدگی چھائی ہوئی
 نقرئی ساحلِ شہری آگ، بلکا سادھواں
 کچکا پانی سی زمیں، گچھکا ہوا آسمان

سُحرا پاک کی ایک نئی کا نام ہے۔

دُور تک چھایا ہوا مسید ال پہا پر سوز و ساز
 چاندنی میں آنکھ کی سُرخی، ہواؤں میں گداز
 غارِ خوش پر جا بجا کچھ خون کی سی دھاریاں
 سُرخ انگاروں کی چادر، پُرفشاں چٹکاریاں
 سُرخ انگاروں میں غلطاں سر پر ہنسہ آرزو
 عیس میں چٹکاریوں کے لعل در آتش ہو
 کر دفتر، پندارِ زر، ذوقِ ادا، کچھ بھی نہیں
 آنکھ کی غناک خنیش کے سوا، کچھ بھی نہیں



دُور تک گوئی برائی ہے اک مدائے دردناک
 آدمی بن کر نہ اتر اِس قدر اے تیرا خاک
 دُور میں اب، زندگانی وقتِ تھی جن کے لئے

عمر نے راتیں جگانی تھیں اسی دن کے لئے
 آج خاکسبز ہے، کہتے تھے جسے کل تک حیات
 - زندگی پہنچی کیا تری لے دے کے اتنی کاٹینا؟
 آہ اے موجِ نفس پر کانپنے والے حباب
 منحصر ہے چند سانسوں پر تراشید و شباب
 موت کے کانٹے پر تیری حسرتیں تلتی نہیں
 اِن مناظر سے بھی کیا آنکھیں تری کھلتی نہیں
 نامنرا ادہام کو نادان ٹھکراتا نہیں
 خاک کے ناچیز پتے، ہوش میں آتا نہیں؟

سرسار رات

دیدنی مقام سیرِ محفل کا سماں کل رات کو
 بہرِ باں ستارہ بختِ ناہم سرباں کل رات کو
 نازِ ستارِ طغرائش دیوانہ آدابِ نیاز
 تیغِ تخیِ پیغمبرِ امن و امان کل رات کو
 مجبور ہی تھی دل کو موجِ رنگِ نادک کے عوض
 کھنچ رہی تھی ابروؤں کی یوں کہاں کل رات کو
 لوشی ہستی کس تکلف سے ہوا کے دوش پر
 چاندنی میں کاہلِ عسبِ نشان کل رات کو
 اللہ اللہ فرشتے نوشی کی اوج اندیشیاں
 فرشتے پا اندازِ کھٹا کون و مکان کل رات کو

اماں ٹھنڈی ہوا کے گدگد آنے کی ادا
 ہر کھلی کو آ رہی تھیں جھکیاں کل رات کو
 سند زرتیں پہ سبز دہراں کے زمزمے
 تھے بہ آغوشِ حدیثِ دیگران کل رات کو
 کاکھلیں لہر رہی تھیں رُستے عالمِ تاب پر
 سنبستاں کا تھکھل پر سناں کل رات کو
 پھول تھے غرقِ عرقِ پانی ہوئے جاتے تھے جام
 شوخ تھیں اُس شوخ کی یوں انکھڑیاں کل رات کو
 آ رہی تھیں خبیثِ مژگانِ عالم کی صدا
 یوں بے گل رنگ تھا افسانہ خراں کل رات کو
 کیا تلامہ تھا کہ مہرِ کشتی اُمت میں
 کاکھلِ شہزنگ کا تھا بادِ باں کل رات کو

غیب کے پردے سے آوازیں مبارکباد کی
 آ رہی تھیں کاررواں درکاررواں کل رات کو
 سامنے تھی جلوہ گاہ کُڑی لوح و قلم
 اک دریچہ بن گیا تھا آسماں کل رات کو
 ہر سخن میں گو سخن تھی اسمِ اعظم کی صدا
 ہر نفس تھا اک حیاتِ جاوداں کل رات کو
 وقت کے باتوں پہ روشن تھیں ابدی مشعلیں
 ایسی اک منزل میں تھی عمرِ رواں کل رات کو
 وہ ترنم تھا کہ عالم و عقیل کے ہوتے ہوئے
 زیت کی سی شے تھی اک منبرِ گراں کل رات کو
 چاندنی، دریا، شگوفے، راگنی، برہم، شراب
 پھٹ پڑی تھیں بزم پر رنگینیاں کل رات کو

نرگسِ محذور و جامِ آتشین و مَرَجِ مٹل
 ہر طرفِ تھیں سُرخیاں ہی سُرخیاں کل رات کو
 گردِ بنِ مینا جھکاتے ہی اُبل پڑتے تھے جام
 گنگنا اٹھتا تھا یوں سپرِ مٹاں کل رات کو
 وجد میں تھی چھللائی مشعلوں کی روشنی
 رقص میں تھا پر تو رطلِ گراں کل رات کو
 ناز کرتی جس طرح گزروں پہ جاتی ہے دُعا
 اُٹھ رہا تھا مشعلوں سے یوں دھواں کل رات کو
 مغفلِ زہرا میں تھا ہنگامہ رقص و سرود
 آسمان پر بچ رہی تھیں چوڑیاں کل رات کو
 میں بھی لا فانی ہوں مثلِ وجہِ رَبِّ ذُو الْجَلَالِ
 دل کو ہوتا تھا یہ رورہ کر گناں کل رات کو

جوش کے پہاؤ میں ستیں ارض و سما کی نعمتیں
حیف اک تو ہی نہ تھا اک راز وراں کل رات کو

شادی و غم کی رات

شب کہ واں بزم طرب میں حلقۂ احباب تھا
 میری تنہائی کا ہر لمحہ دل بیتاب تھا
 گوشۂ عزت میں تھی یاں سرت اک یادِ مہیب
 مسندِ شادی پہ واں انہودِ شج و شاب تھا
 سرخوشی میں واں ہر اک جھونکا تھا گلابِ سرور
 بخود ہی میں ہر نفس یاں شورِ شلِ سیلاب تھا
 یاں بساؤ غمزہ پر بھیسِ تیشگی کی کر وائیں
 واں حرمِ ناز میں ددِ شہابِ تاب تھا
 آ رہا تھا موج ورموج اُس طرف اہر بہار
 بند، یاں دل کے اُفق پر رنگ دلو کا باب تھا

جنبشِ مرہماں کی سستی پابندواں بزمِ سرود
 ناخنِ غم، یاں برائے سازِ دل، منسوب تھا
 نامِ راوی کا تصور بھی نہ تھا واں یہ وہ یاب
 کامرانی کا تخیل بھی یہاں نہ آیا بے تھا
 حسن کے رخ پر تھا واں رنگِ شکرِ خرابی کا ناز
 عشق کے حق میں اداِ حرمان ترکِ خواب تھا
 سستی اداِ تقدیر سے با و مراد و موجِ زُم
 بھر غم میں اس طرف گرداب پر گرداب تھا

ناگہاں آلام کی شدت سے چکرانے لگا
 سر، کہ خلبہ زانوئے جاناں سے لذتِ یاب تھا
 کہیں سے کہئے اتناغابِ یار کی دریا دلی

ذرّہ ذرّہ بوستانِ شوق کا شاداب تھا
 قند رنگین عہدِ محبہ ریزی کیا کہوں
 سانے اُن ابروؤں کا گوشہٴ مہراب تھا
 عشق بازی کا غمِ درد کا مرقی الامان
 جب مری حسرت میں خود دلِ خُسن کا بیتاب تھا
 کاوشِ ذوقِ نظر بازی کی راتیں ہائے
 میری خاطرِ دیدۂ مخمور جب بے خواب تھا
 دیدۂ حیراں کی ہر جنبش تھی اک برقِ تپاں
 دُکسِ جاناں کا ہر آنسو دُرِ خوش خواب تھا
 تنہا پہی عالم کہ آئی آسمانوں سے صدا
 یہ بھی اک دن خواب ہو جائیگا وہ بھی خواب تھا

غربت کی رات

اے پاند جب گنگا کر نکھڑا دکھانے والے :
 غرنے سے آسماں کے اڑسکرانے والے :
 عالم کی کیا حقیقت تیرے سفر کے آگے
 اس وقت اک جہاں ہے تیری نظر کے آگے
 جاکڑا ہوا پڑا ہوں زنجیر سے دکن کی
 سینے میں آرزو ہے بچھڑے ہوئے وطن کی
 شاداب تو ہیں میری بچپن کو سیر گاہیں ؛
 اب جن کو ڈھونڈتی ہیں ، ترمی ہوئی نگاہیں ؛
 رو رو کے تجھوتے ہیں آموں کے ارغاب بھی ؛
 بننے میں جنگلوں میں دھندلے پڑا غاب بھی ؛

اچھی تو میں پردوں کو دُشمن میں جھٹکنے والی؟
 دیوار پر وہ آکر چڑیاں چبکنے والی؟
 محفوظ تو ہیں اب تک طوفانِ کاررواں کے؟
 ترشی ہوئی وہ راہیں کھیتوں کے دریاں کے؟
 کیا اب بھی ٹھہرتی ہیں جوشِ منہ کے ماٹے؟
 پتلی سُبک بڑھ لیں، تالاب کے کنارے؟
 چھائی ہوئی ہیں دل پر کیوں بدیاں محن کی؟
 مجروح تو نہیں ہیں صبحیں مرے وطن کی؟
 میدانِ تو میرے غم میں کھویا ہوا نہیں ہے؟
 قصہ خُرد کا منہ تو اُترا ہوا نہیں ہے؟

اے چاند! جب ستارے گردوں چھبلائیں
جب تندی مناظرِ محسوس میں سُکرائیں

مغموم حجازیوں سے میرا سلام کہنا
انگلیں جھبکا کے اپنی پیر یہ پیام کہنا
کیوں سوزِ دور وِ فرقت تم کو شکار ہے؟
کیوں مضطرب ہو، ٹھرو، وہ دن بھی آہٹ
جس دن دھڑکنے والے دل کو قرار ہو گا
سائے میں جب تمہارے میرا مزار ہو گا

۶۶ رُبودگی کی رات

رات آدھی اچکی ہے بخلق ہے منہ روتِ خواب
نصف شب کے فاصلے پر جا چکا ہے ماہتاب
سُجکا چکا ہے پائے خاموشی پر کھڑکری کا زور
گرسنہ شیروں کی صورت ہر نکتی سڑکوں کا شور
اب نہیں اُن کارخانوں کی کھلکاؤں کا فخر کچ
جن میں تھی پچھرے ہوئے بادل کی طوفانی گرج
برچکا ہے خاموشی کی بزم میں خواب و خیال
گرم گل چڑوں کی پیچھے گھڑ گھڑاہٹ کا جلال
رکھ چکی ہے لیا اسن و اماں بااے طساق
اسلمہ کی کھڑکھڑاہٹ، توتوں کا طساق؛

شاہراہوں پر نظر آتا نہیں نزدیک دُور
 مرکب شاہی کا کرؤ فر، حکومت کا غرور
 . دفن ہے تکمیل میں اہل کبر کا ہر اک ہنسائو
 گردنوں کا خم، لبوں کی ہنس، چہروں کا کھچائو
 ذر کے چھپے دن کو پھرتے تھے جو گھبرائے ہوئے
 سو رہے ہیں بستروں پر ٹھوکر میں کھائے ہوئے
 کہہ رہے ہیں کبتی اُنھیں مسرتوں کی داستان
 راستوں پر گاڑیوں کے بیچ دُخم کھاتے نشان
 دن کو برپاستی جو مجلس کو چھو بازار میں
 ہو چکی ہے جذب گلیوں کی درودِ لبوار میں
 دیست کے ماتھے پر بے یللائے شب کا سرد بات
 سرنگوں ہے دبدبہ انگیز طوفانِ حیات

لڑنے والے سرو میں سنان ہے میدان جنگ
 اڑچکا ہے فکر کی ماری ہوئی دنیا کا رنگ
 گھٹ چلا ہے منہ محل گیتی کے دل کا ارتعاش
 میٹ چلی ہے خستہ جاں راہوں کے سینے کی خراش
 چاندنی سے پا چکا ہے اک بڑی حد تک سکوں
 دھوپ میں کھولا ہوا خاشاک کی نبضوں کا خوں
 پھر بھی اب تک کرب سے ذرات کے چہرے ہیں ڈرو
 نے رہی ہے سسکیاں روندی ہوئی سڑکوں کی گرد
 خنو فگن ہے چاند، عالم پر بعد لطف و نیاز
 جس طرح بیمار کی بالینِ غم پر چہا رہا ساز
 سو رہے ہیں برق پا جھونکے برائے سرد کے
 منہ بے کی تلخ فسیا دوں کو دامن میں لئے

سہرے کے فاتحے، سوچے ہیں بندھان سو گوار
 رزق کے وعدے کو ایسا کر چکا ہے کر دگوار !
 بن چکی ہے سینہ رحمت میں اک ہلکی سی آہ
 منہروں کی چین پشانی، غریبوں کی نگاہ !
 ہر چکی ہے سُست، گرم انفاس سے بر محفلِ فضا
 وقت کا پیہا نظر آتا ہے کچھ زُکُتِ ہوا

سرنگوں بے خاک پر سی و غسل کی بارگاہ
 خفتہ ہے عالم، مگر بیدار ہے - عشقِ نوگستاہ !
 رے کے انگڑائی اُٹھی ہیں خواب سے خوشخواریاں
 جُرم کے سینے میں ہیں شبِ خون کی تیاریاں !
 شمعِ سلطان کے دل میں گرم ہے داغِ سراغ

نبل رہے ہیں دُھندلے دُھندلے طاق سازش ججائے
 پھر رہی ہے موت کا گویا مزاحمستی ہوئی !
 شبِ رومی دہشت کے سینے پر قدم رکھتی ہوئی
 شب کی تاریکی سے ہیں اچھے بڑے سب پہرہ مند
 شائد عاشق پہ کاٹل ، دوشِ سارق پر کسند
 اک طرٹ ہیں گرم شیریں ، عاشقانِ نامراد
 چاندنی میں ڈس رہی ہے اور بھی جاتاں کی یاد
 ہجر کی ماری جوانی کو سُلانے کے لئے
 کر دٹوں پر کر دٹیں ہیں نیند آنے کے لئے
 کر دٹوں میں چُھ رہی ہے بے مزہ لمحوں کی دھار
 جُنبشِ مڑگاں سے دامنِ رات کا ہے تار تار

خوش نصیبوں کو اُدھر ہے دعوتِ کام و دہن
 زینتِ آغوش ہیں رنگیں عسدار و سیم تن
 میکدوں کی مسندوں پر، مطربوں کی ہزم میں
 ہیں گھٹوں میں نقرئی بانسوں کی ہلکی ہیکلیں !
 خلو توں میں راگنی کی طرح ہے گو سنجی ہوئی
 اک ٹانم، سربراہٹ ریشی بنیوس کی
 لعلِ عطراشاں پہ رقصاں ہے تہشم کی چین
 ماہِ تو کے سامنے جس طرح برگِ یاسن
 گوشے گوشے میں حسیم تاز کے منبتی ہوئی
 کنگڑوں کی جگمگاہٹ، ساعدوں کی چاندنی
 اک طرف ساقی کی آنکھیں، اک طرف جامِ شراب
 کھیل میں مصروف ہے اربابِ عشرت کا شباب

اور میں ہوں اس طرٹ زلفِ تحنیل میں اسیر
 ذہن یوں شورِ بزم ہے جس طرح صانع کا خمیر !
 بچہ ربی ہے میری پیشانی کو ان جذبوں کی سانس
 چن کی ہر کر وٹ دل شاعر میں بن جاتی ہے پھانس
 عودِ کراپا ہے گویا اولیس و درِ شباب
 گردِ دہیں گزری ہوئی راتوں کے صدِ ماہِ تاب
 دل پہ ہے اس پُرفشاں لمحے کی ازخُورِ فستکی
 اک کڑی ہوتا ہے جو مابین مرگ و زندگی !
 جس کے سناٹے میں کھو جاتا ہے غوغائے حیات
 راگنی میں جو بدل دیتا ہے شورِ کاسینات !
 خارے دامن نہیں جس کا اُلجھتا راہ میں
 اور جو مستقبل و ماضی کی طوفاں گاہ میں

حال کے اُس نقطہ نازک پہ کرتا ہے نظر
 زکب شرگاہاں سے ہوا کرتا ہے جو باریک تر
 اور پھر اُس نقطہ مبہم سے جی۔ وقتیاں
 کیسے لیتا ہے حیاتِ جادو دانی کی سٹھاس
 اور اُڑ جاتا ہے پھر بخود بنا چکنے کے بعد
 وقفہ حاضر کو تاجِ زرِ پٹا چکنے کے بعد۔

شاہد و شہاب کی بات

جواب اس شب کا دنیا میں نہیں ہے مرے پہلو میں پھر وہ مازنین ہے !
 نضا ہے، طلعت زہرا سے رنگیں ہو امیں نذر رُوحِ الٰہ میں ہے !
 مُراجی میں فروغِ باد و فَناب بزمِ یوسفِ زنداں گزیں ہے !
 بُکِ فائز میں طسارِ شعلہ بنا دیں عملِ نشیں ہے !
 معاذ اللہ رنگِ چشمِ خسرو ! نہیں ! دنیا نہیں خُدی بریں ہے !
 جنوں اگینز کا کُل کی درازی شکستِ زہد کو تہِ آستیں ہے !
 قریبِ شام جیسے غنچِ گلِ گلخانی یوں وہ چشمِ سُرگیں ہے !
 دُورِ کیف میں احساسِ عشرت گماں سا ہے، گمان میں کچھ یقین ہے !
 دُک اُس رُخ پہ ایسی ہے کہ گویا زمانے کی مسباحِ اولیں ہے !
 رواں ٹُلمات میں ہے آبِ حیاں گہنی زلفوں کے سائے میں جیں ہے !

نظریں ہے فردِ با لالہ و گلن مکر پر موجِ زلفِ عنبریں ہے
 مری نظروں کے اُگے سرخوشی میں حجابِ زندگی باقی نہیں ہے
 عیاں ہے جو ہر بالائے گردوں نمایاں دولتِ ذیروزیں ہے
 خدا کے واسطے خاموشیِ زاہد ترے لب پر چٹاں ہے اور چٹیں ہے

وہاں قہرِ خدا کا ذکر کیا خوب جہاں قہرِ خدا و مجد آفریں ہے
 وہاں ارض و سما کی شرح، افسوس جہاں ارض و سما زیرِ نگیں ہے
 اہل کی کس بے چھتری ہیں باتیں اہلِ تو باک غلامِ کستریں ہے
 معذرتِ تیرے تمغینل میں ہے تہارہ بشرِ یارِ رحمتِ اللعالمین ہے
 یہاں قہارِ بن جاتا ہے - رحمن، کہ یہ بندہ ہی ہے درویش نہیں ہے
 سنبھل، تیرا اُلٹے پر ہے تختہ کوئی اُلٹے ہوئے دیکھتا ہے
 معاذ اللہ! یہ نظرِ بادہ نوشی کہیں چادر ہے، ادھر کال نہیں ہے

گھٹاؤ نہیں، دھواں چکیں چمن لب جوانی ہوش میں گویا نہیں ہے
 تجمل میں ہے اک شانِ تبسم تبسم ہے کہ موجِ آنکھیں ہے
 تخم میں ہے تسکینِ خموشی ؛ خموشی ہے کہ حرفِ دل نشیں ہے
 سخاوت میں ہے اک تازِ تغافل تغافل ہے کہ چشمِ دور میں ہے

صدایہ دے رہا ہے دورے کون

کوئی کہہ دو میں فرصت نہیں ہے



پیا بن ناگن کالی رات

ایک دکھیا حزیں پریشاں حال پنی کی دُوری سے جی ہے جس کا بیڑ حال
 روتی رہتی ہے ساری ساری رات اک قیامت ہے جان پر ہر سات
 سونے گردوں نظر اٹھاتی ہے در و دیوار اس طرح سناتی ہے
 دیکھنے کی نہیں مری حالت زرد ہوں اے مناظر قدرت
 بادلوں سے ہلال کو ڈھانکو اپنا خنجر میان میں رکھ لو
 اے تروتازہ حسرت تو من کی اے ٹھکالی گمشاؤں کی
 جلد اس دیس سے گزر جاؤ واری اک بُوند بھی نہ ٹپکاؤ !
 ورنہ ہکیں گے پھول گلشن میں آگ لگ جائے گی مرے تن میں
 یوں نہ پانی پیو، تان لگا ! جس نگر میں ہیں پنی وہیں اڑ جا !
 دیکھ پُروائی ! دل نہ کھلا جائے کوئی جھوٹا نکال دھر نہ آنے پائے

زلفِ باغی سنوارنے والی تو ہے چٹھیں اُسھارنے والی !
 پنی کی نگری میں جا کے بھرِ غلِ تھل میرے سر پر گرج نہ او با دل !
 ہائے کیوں کر نہ اختلاج رہے ! پنی ہیں پردیس میں ہراج رہے
 سوجھتا ہی نہیں ہے ہات کو ہات دس رہی ہے نگوڑی کالی رات
 کھائے جاتی ہے ٹنڈی ٹنڈی ہوا دل میں چھتی ہے بوندیوں کی صدا
 کیا ہوا تجھ کو ہائے جی کے زور مور جھل میں کر رہا ہے شور !
 سوندھی سوندھی ہواؤں کی خوشبو بنتی جاتی ہے آنکھ میں آنسو !
 یوں ہی چھاتی جو دھڑکے جا ئیگی ہائے کس طرح نیند آئے گی !
 گھر اکیلا ہے پڑ رہی ہے پتھوار کیسا مٹور کہ ہے اے سکی سنار
 اے ہسبلی ! بجا نہیں اوسان یہ تو ٹھیکو بتا، ترے قرباں !

سیج سُونی ہے اور برستی رات

بازلی ہو گئی ہے کیا برسات

شعلہ و شبنم

شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی

شاعر انقلاب نے اس مجہد میں روایات کہن کے قصر کو سمار کے جدید شاعری کی
 بنیاد ڈالی ہے، اور قوت و حیات کے سر ہلکے محلات کھڑے کئے ہیں، جہاں آپ کو
 رزم و بزم کی محفلیں ملیں گی، اُس کے گلگدوں اور صحنوں میں مغنہ سحر کی پاکیزہ اور مستحکم ترنم
 ریزیاں سُنے میں آئیں گی، شفق کے گھٹے ہوئے دریاؤں میں نہری موجیں لہریں مارتی
 دکھائی دیں گی، عروہ فطرت کے قبض اور اُس کی مستحقی میں اہامی سحر جلوہ ریز ہوگا
 حوہیں اشاروں سے آپ کو دُور سے بُلائیں گی، اور دعائے سحر میں شامل کر کے
 آپ کو خداوندِ عالم کے حضور میں لے جائیں گی، جہاں تکمیلِ حیات کے سرسبز رازوں
 کا انکشاف ہو گا۔ ولادتِ رسولؐ پر شاعر کی رُوح خوشی سے ناچ اُٹھے گی، اور حضورؐ
 مسلم کے نقشِ قدم چلنے کی دعوت دے گی، مظلومِ حُسن کی آہ و بکا اور اُس کی سینہ نگار

چہنیں سُن کر آپ کی رُوح پر لرزہ غاری ہو جائے گا۔ کسان کی بے کسی کے نقشے، بے جا
 کی تباہ کاریوں کے ہولناک مناظر سُن کر آپ کا پتہ پانی پانی ہو جائے گا۔ ان کثیر
 نظاروں سے گرمی کے بعد شاعرِ بادِ سرجوش سے آپ کی رُوح کو تسکین بخشنے گا۔
 غرض شاعر کے کلام میں آپ کو گھلباگِ فطرت کے رُوح پرور نعروں، اسلامی شان
 و حریت کے خُون کھول دینے والے واقعات، اُتشکدہ کی شعلہ افشانیوں اور بادِ
 سرجوش کی کیف پرستیوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے گا۔

شعلہ و شبنم شاعرِ انقلاب کا لافانی شاہکار ہے اور تازہ کلام کا مجرہ ہے
 شاعر کی سرزنگی تصویر اور ہر باب کی کیف آدرتصادیر، اور اعلیٰ طباعت نے
 کتاب کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

قیمت غیر مجلد سے مجلد ہے غلام محمد لک

نے کا پتہ

کلیئم بک ڈپو، گلی کنڈلہ کشان بازار فتحپوری دہلی

شب، تشبیہ اور استعاریں

رباعیات

(۱)

کیا کہے عجیب بادہ خواری تھی کبھی جب تھی حسن و عشق طاری تھی کبھی
ہمد م پھر اسی رات کا چھیر افسانہ جو پہلوئے جاناں میں گزری تھی کبھی

(۲)

ہر شے سے بہشت جلوہ گر ہوتی ہے ہر مروجِ نفس، بادِ محسوس ہوتی ہے
صد عمر گرامی سے پتروہ رات جو پہلوئے ساقی میں بسر ہوتی ہے

(۳)

کل رات کو اک مغنچہ عشوہ فروش ہنگامہ قص میں بعد جوش و خروش
 تنہا گرم سرود یوں کہستی تھی خوش یک ذرہ جنوں گراں ز صد عالم ہوش

(۴)

وہ رات گئے شراب دھلتا ہے وہ پچھلے پہر صبا کا چلتا ہے ہے
 مشوہ زخیز کا رہ رہ کر آنکھوں کو ہتھیلیوں سے ملتا ہے ہے

(۵)

اے جوش، وہ ارمان بھلتا ہے صبا کا تکلف سے وہ دھلتا ہے
 بکلی سی وہ چاندنی، وہ بکلی ہرئی رات پہلو میں کسی کا وہ مچلتا ہے ہے

(۷)

صبح اُفق سے جگمگانے والی وعدے پر ہے اُن کے سُکرانے والی
جا پھلے پیر کے چاند اُن سے کہدے اب رات ہے دو گھڑی میں جانے والا

(۸)

آجا، مرتا ہوں غم کے مارے آجا بھگی ہوئی رات کے شرارے آجا
اے شام کے وعدہ کر کے جانے والے اب ڈوب رہے ہیں دیکھ تارے آجا

(۹)

میں رات گئے اُٹھا ہوں سوتے سوتے آنکھوں کا بُرا حال ہے روتے روتے
تمارے قریب باؤ نہ ہے اے کاش اس وقت مے قریب تم بھی ہوتے

ارماں تھے وہ کیا نگار دلجو تیرے مجروح تھے کروٹوں سے پہلو تیرے
اب ٹاؤں کہاں سے میں وہ راہیں انہری بچتے تھے مرے لئے جب آنسو تیرے

فریاد سن لے حسن : خدا میری انگلیں ہیں مثالِ موجِ دریا میری
دے ایک ہی رات ان دنوں کا قصہ جب خود ترے دل میں تھی تنہا میری

مجروح نہ کر لطف کے اوقاتِ دل بکثرت ہے کوئی یوں ہی خرافاتِ اے دل
روتا ہے کہ وقت صبح رونا ہو گا خاموشی کہ باقی ہے ابھی راتِ اے دل

(۱۲)

افسوس وہ جاں نوازِ محفلِ ظالم آتی سخی تجھے نیندِ شکلِ ظالم
صدیفِ وہ دورِ جب کہ پہلو میں سجا راتوں کو دھڑکنِ تمامِ اولِ ظالم

(۱۳)

چلتی ہیں ہوائیں شور کرتی ہر سُو گردوں پہ ہے مہتابِ خُشکی لبِ جُو
کوئل کی صدائیں آرہی ہیں، گواگو افسوس کہ اس وقت بہت دُور ہے تُو

(۱۴)

بیلائے سے دم بھرنے پہلنا ہو گا دلِ حُسن کا چمکیوں میں لتا ہو گا
اے نالہ شکیں: خُسدِ ارا تہم جا بستر پہ وہ کر دٹیں بدلتا ہو گا

(۱۵)

راتوں کو مری نیند اُڑانے والے بھولی ہوئی راگنی سنانے والے
 اے کاش کبھی تو پاس آتا میرے اے دُور سے بانسری بجانے والے

(۱۶)

اُس وقت کہ جب رات تھی جانیوالی زنگین سحر تھی مسکرانے والی
 دیا ہوا یوں نیند میں ڈوبا ہوا چاند اُٹھ رات ہے دو گھڑی میں آنیوالی

(۱۷)

جب رات کو زلف ابر ہوتی ہے دراز کونین پر ہوتا ہے جب اک پر تو راز
 اُس وقت کہ اجتا ہے یوں دل جیسے ٹوٹے ہوئے تارے کی نغمائیں آواز

(۱۸)

جب رات کو چھوٹے میں با دل کالے غفلت میں نپکتے ہیں جگر کے چھالے
 قرباں ترے، اُس وقت کی ناپاکی میں انگشتِ بحر سے دل کو چھونے والے

(۱۹)

غلطاں ہے سب میں عکسِ انجمِ ساقی دریا میں ہے چاند سے تلامِ ساقی
 اس وقت نظرِ بلا کے دم بھر کیسے میں تیرے تار، اک تبسمِ ساقی

(۲۰)

غلطاں ہیں جبینِ شب میں غلٹ کی ستا غفلت کا فسانہ کہہ رہے ہیں ذرات
 جھرمٹ میں ستاروں کے ہے سرگرم ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ بھیگی ہوئی رات

(۳۱)

ہر شمع کو شمع طور کر دے ساقی اُن عظمتِ شب کو ذکر کر دے ساقی
 ہر چیز کی دُور سے ہے دنیا میں بہار کوغین کو مجھ سے دور کر دے ساقی

(۳۲)

کچھ لطفِ شبستان نہ اٹھایا تھا ابھی ہر نڑولِ چشم ہی سا اُٹھایا تھا ابھی
 ناگاہ سحر نے آہ بھر کر چھپا کس بات پہ جوش مسکرایا تھا ابھی

شہ پارے

(۱)

تاریک رات اپنی سیاہی میں جس طرح ہے التجائے نور کو پنہاں کئے ہوئے
یوں ہی ترے خیال میں مٹیا ہوا ہنسیں آنکھوں کو بند، دل کو فرذاں کئے ہوئے

(۲)

شب کو اکثر کھوئی تاریکیاں سدا کی رُوح پر کرتی ہیں طاری اس طرح خوابیں
دل سمجھتا ہے کہ مجھ پر غم سب سے چھایا ہوا جس طرح کہہ رہے ہیں باتا ہی بارش کا لگاں

سنایا مجھے ایک مٹرب نے آج وہ نغمہ کہ تھادل میں سریا ہوا
 جوانی کی راتوں میں یادِ شنِ بخیر جسے چھیر تاستا کوئی مرقا
 کچھ اس طرح نغمے کا ہر زیر و بم مری سکتا نکلیں اٹھانے لگا
 کسی اجنبی شہر میں جس طرح کوئی بھولا بچھڑا ہوا آشنا
 سر راہ لوگوں کے انہوہ سے بڑھے دفعتاً مسکراتا ہوا

~~~~~

(م)

چاند جب گردوں پر آتا ہے برا فگندہ نقاب  
 دفعتاً کجایا سے جاتے ہیں ستاروں کے شرار  
 رو پر دیوں ہی جب آجاتا ہے وہ مادِ تسم  
 ماند پڑ جاتے ہیں آنکھوں میں سرشکِ انتظار

وسل کی راتوں میں اب اس طرح سے آتا ہے یاد  
 ہجر کے عہدِ زبوں کا گریہِ صبح و سہا  
 جیسے گہری نیند میں کر دے بدلتے وقتِ جوش  
 کان میں آجائے بلکی موجِ باران کی صدا

---

چھٹے کے وقت کو نڈے کا لپکنا پے بہ پے  
 غلٹیوں پر مارتا ہے جس طرح محکمِ محکم کے تیر  
 یوں ہی وحشتناک عصیاں کی اندھیری رات میں  
 آدمی کے قلب کو رہ رہ کے ڈستا ہے ضمیر

---

(۷)

شب کو سونے جنگلوں میں جنگنوں کے نرے  
 کانپ کانپ اٹھتی ہے کچھ یوں تیرگی بے اختیار  
 جس طرح راتوں کو سینے کی فضاے تنگ میں  
 نیم جاں امید چھپکاتی ہے آنکھیں بار بار

(۸)

شبِ در میں جھلک کر سُرمئی بادل کے ٹکڑوں سے  
 جمالِ ماہِ تاباں یوں کئی پر قصص کرتا ہے  
 جھوم ناز و فرطِ شرم کے طوفان میں جیسے  
 بزمِ بھیری آنکھوں سے ہونٹوں پر اترتا ہے

(۹)

شب کو اک پرسکون کچے کا      اکے مرڑ مٹا گیا یوں ناز  
جس طرح اُئے وقت مے نوشی      کان میں مے فروش کی آواز

---

(۱۰)

اس طرح تیرگی میں ہر تابے      خوف کا قلبِ طفل میں آغاز  
جس طرح رات کی خموشی میں      سائیکل کی اُتار پر آواز

---

۱۱

وقتِ شب کچھ اویسجی تار یک کر جاتا ہے یوں  
اپنی چمکاتی ہر مئیِ غمت کو مرڑ کا غبار

جس طرح کاندھے پر رکھ کر بات دم بھر کو خوشی  
دوش پر، غم کا نیا اک اور رکھ جاتی ہے بار

(۱۲)

رات ہے اور چاند مجھے کے سُرُخ شیشوں سے آ رہا ہے نظر  
فریاد گریہ سے چشم عاشق میں جیسے روئے نگار وقت سفر

(۱۳)

رہروں کو دور سے پہچاننے کے واسطے  
سچی کی جاتی ہے یوں دھندلی شب بہتاب میں  
جس طرح انسان کی سیرت پر کھنے کے لئے  
ٹھوکریں کھاتی ہیں نظریں ظاہری آداب میں

رات کا وقت گھاؤں کا میدان      سادہ رُخ، سرد، سرنگوں ہنساں  
 سلسلے کو ہسار کے تا دُور      سانے صرف اک غنودہ کھجور۔  
 جیسے اک تشنہ جواب، سوال      جیسے غربت میں دستوں کا خیال

(۱۵)

رات ہوتے ہی بے کیسا ہو گیا ہے آسماں  
 حاشیے پر روشنی ہے بچ میں تارکیاں  
 کیوں نڈر ہو کر نہ میں کہندوں کہ یہ طرفہ سماں  
 بُرہنہ ہوا ایسا ہے جیسے عہدِ حاضر کے جواں



آپ کو نیند آئی جاتی ہے

ختم ابھی دل کی واردات نہیں

(جوش)

